www.wadi-e-urdu.com - (zest70pk@gmail.com)

ضمیر اختر نقوی

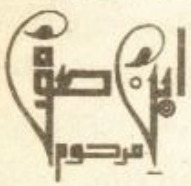

www.wadi-e-urdu.com

بعض ادیب ابن صفی کے ناولوں کو سستی تفریح خیال کرتے ہیں جبکہ انہوں نے اپنے ناولوں میں زندگی کے جتنے پہلوؤں پر قلم اٹھایا ہے، شاید ہی کسی اور ادیب نے اٹھایا ہو۔

ایشیا کے عظیم مصنف

محترم ابن صفی کے بارے میں جناب اختر نقوی کے تاثرات

گزشتہ دنوں ابن صفی مرحوم کی علالت کے دوران اُن کی عیادت کے لیے شکیل جمالی الہ آباد (بھارت) سے آئے ہوئے تھے۔ شکیل جمالی بھارت کے ممتاز ناول نگار ہیں۔ انھوں نے "روحانی دنیا" الہ آباد کے لیے جھکے، محبوبہ، فردوس، آرزو، فریب، انجمن، الجھن، سہاگ، محفل، رشوت، قرض، سہارا جیسے مقبول ترین ناول لکھے ہیں۔ ان کے اعزاز میں ایک ادبی نشست میرے غریب خانے پر منعقد ہوئی۔ اس کے چند دنوں کے بعد دوسری نشست مولانا طالب جوہری کے مکان پر ہوئی، جس میں کراچی کے تقریباً تمام ہی ممتاز شاعروں اور ادیبوں نے شرکت کی تھی۔

ان نشستوں میں ادب سے متعلق موضوعات پر گفتگو ہوئی لیکن خاص موضوع ابن صفی کی ناول نگاری ہی رہا۔ میں نے "ابن صفی کی ناول نگاری" کے عنوان سے جو کتاب لکھی ہے، اس سلسلے میں شکیل جمالی سے بہت دیر تک بات ہوتی رہی۔ شکیل جمالی کا قیام جب تک رہا، ابن صفی سے برابر ملاقاتیں ہوتی رہیں اور میں انتقال سے چند روز پہلے تک مسلسل عیادت کے لیے گیا۔ کئی بار بہت دیر تک ان کی ناول نگاری پر دلچسپ گفتگو ہوئی۔ حال ہی میں میری ایک کتاب "جوش ملیح آبادی کے مرثیے" چھپ کر آئی، تو میں نے ابن صفی کو بھی کتاب پیش کی۔ کہنے لگے "اس دور میں ادبی کتابیں چھاپنا جہاد سے کم نہیں۔ آپ نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ میں اس کتاب پر تبصرہ لکھوں گا۔" اسی دوران میرے بڑے بھائی محسن اختر بالینڈ سے آئے ہوئے تھے انھوں نے ابن صفی کی چند تصاویر کھینچی تھیں۔ ان کی ایک تصویر بذاکرہ میں نے رکھ لی تھی۔ جمعہ کو ابن صفی کا انتقال ہوا اور ایک روز قبل جمعرات کو وہ تصویر رات کو میں اُن کے صاحبزادے کو دے آیا تھا۔ اس وقت وہ سو چکے تھے۔ اُن کے صاحبزادے احمد صفی نے بتایا کہ آپ تصویر دے کر گئے تھے۔ صبح میں نے یہ کہہ کر انھیں دے دی کہ "ضمیر بھائی رات کو یہ تصویر دے گئے ہیں" بہت دیر تک یہ تصویر دیکھتے رہے اور کہنے لگے میں اس قدر بوڑھا لگنے لگا ہوں کہ میری تصویر بالکل جوش ملیح آبادی سے ملنے لگی ہے۔ اُسی رات، اُن کا انتقال ہوگیا۔ مجھے دوسرے دن شام کو یہ خبر ملی۔ چند لمحوں کے لیے تو میں سناٹے میں آگیا۔ ابن صفی جتنے اچھے ادیب تھے اتنے ہی بہترین انسان بھی تھے۔ اُن سے مل کر میں نے ہمیشہ محبت، خلوص اور اپنائیت محسوس کی۔ انھیں اردو ادب اور ادیب سے خصوصی لگاؤ تھا۔

وہ اردو زبان کے عاشق تھے۔ انھوں نے جس لگن اور جانفشانی سے اُردو کی خدمت کی ہے، وہ اپنی جگہ اُمل حقیقت ہے، شعر و ادب سے ذوق رکھنے والے افراد یقیناً نوح ناروی کے نام سے واقف ہوں گے۔ وہ داغ دہلوی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اور اُن کا شمار صفِ اساتذہ میں ہوتا تھا... انھیں داغ دہلوی کی جانشینی کا شرف بھی حاصل ہے۔ حال ہی میں ڈاکٹر ظفر الاسلام ظفر نے بھارت میں "نوح ناروی کی حیات اور شاعری" کے عنوان سے تحقیقی مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی ہے۔ ابن صفی انھیں نوح ناروی کے بھانجے تھے۔ شعر و ادب کا ذوق خاندانی تھا۔ اسی ادبی ماحول میں وہ ۱۹۲۸ء میں قصبہ "نارا" ضلع الہ آباد (یوپی) میں پیدا ہوئے۔

اُن کا پورا نام اسرار احمد تھا لیکن ابن صفی کے قلمی نام سے لکھنا شروع کیا تھا اور آخر تک اسی نام سے لکھتے رہے۔ ابتدا میں اسرار تخلص اختیار کیا تھا لیکن بعد میں غزلوں اور نظموں میں پورا نام ابن صفی مقطعوں میں استعمال کرنے لگے تھے۔ ابن صفی کی ابتدائی تعلیم قصبہ نارہ ہی کے اسکول میں ہوئی۔ نصابی کتابوں کے علاوہ پہلی کتاب جو ہاتھ لگی وہ "طلسم ہوشربا" کی پہلی جلد تھی۔ آٹھ سال کی عمر میں انھوں نے یکے بعد دیگرے ساتوں جلدیں پڑھ ڈالیں۔ پھر مسلسل ان جلدوں کو دُہراتے رہے۔ اسی زمانے میں کہانیاں لکھنے کا شوق ہوا۔ پہلی کہانی اس وقت لکھی جب ساتویں درجے کے طالب علم تھے۔ اس کہانی کا نام "ناکام آرزو" تھا۔ یہ کہانی مشہور ناول نگار عادل رشید مرحوم نے اپنے ہفت روزہ رسالے "شاہد" میں شائع کی تھی۔

ابن صفی ۱۹۴۷ء میں الہ آباد یونیورسٹی پہنچے تو ڈاکٹر اعجاز حسین کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا۔ اُن کے لیکچر نے ذہنی نشوونما

(zest70pk@gmail.com)

کے نئے باب کھولے، فکر و نظر کی تہذیب کرنے کا سلیقہ پیدا کیا لیکن بدقسمتی سے یہ مدت بہت قلیل تھی۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات کے سلسلے میں یونیورسٹی میں بھی خنجر زنی کی واردات ہوگئی۔ بزرگوں نے یونیورسٹی جانا بند کروا دیا، بعد میں آگرہ یونیورسٹی سے بی اے پاس کیا۔ اسی دوران الہ آباد سے عباس حسینی (یہ افسانہ نگار علی عباس حسینی کے علاوہ دوسرے بزرگ ہیں) نے ماہنامہ "نکہت" جاری کیا جس میں شعبۂ نشر کی ادارت ابنِ سعید کے سپرد تھی۔ ابنِ سعید کا اصل نام سید مجاور حسین رضوی ہے۔ انھوں نے حال ہی میں "اردو شاعری میں قومی یکجہتی" کے عنوان سے الہ آباد یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی ہے۔ آج کل جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن میں صدر شعبۂ اردو ہیں۔ انھوں نے "رومانی دنیا" الہ آباد کے لیے عروس، بازار، شام سویرا، سنہرے پھول، بھیگی راتیں، چاندنی، سنگھار، آغوش، انگڑائی، خواب، ترنم اور دلہن جیسے شہرۂ آفاق ناول لکھے ہیں۔ انھیں ابنِ سعید کے ساتھ "نکہت" میں ابنِ صفی نے حصۂ نظم کی ادارت سنبھالی اور اس کے ساتھ ہی ساتھ طنزیہ مضامین کا ایک سلسلہ پھر شروع کیا۔ یہ مضامین "طغرل فرغان" کے نام سے انھوں نے لکھنے شروع کیے۔ ۱۹۵۱ء میں ابنِ صفی نے جاسوسی ناول لکھنے کی ابتدا کی۔ اردو ادب میں جاسوسی ناول نگاری کی ابتدا کے سلسلے میں جہاں تک میرا خیال ہے ظفر عمر نے ایک فرانسیسی ناول کا ترجمہ "نیلی چھتری" کے نام سے کیا تھا۔ میں نے یہ کہانی بچپن میں پڑھی، جو اب تک میرے "کتب خانہ" میں محفوظ ہے۔ ظفر عمر کے بعد تیرتھ رام فیروزپوری نے جاسوسی ناولوں کے ترجمے کیے۔ اردو میں خالص جاسوسی ناول خان محبوب طرزی مرحوم کے ناول "پیغامِ اجل" یا "دُردانہ" کو کہا جاسکتا ہے، لیکن سچ پوچھیے تو جاسوسی ناول کا آغاز ابنِ صفی کے قلم سے ہوا۔ اس لیے کہ انھیں کے ناول مقبول ہوئے، نہایت پسند کیے گئے۔ جنوری ۱۹۵۲ء میں ابنِ صفی کے مشورے پر ادارۂ "نکہت" نے ماہانہ جاسوسی ناولوں کا سلسلہ شروع کیا جس کا نام "جاسوسی دُنیا" تجویز ہوا۔ ابنِ صفی کا پہلا ناول "دلیر مجرم" تھا جس کا مرکزی خیال مغربی ادب سے لیا گیا تھا، لیکن فریدی اور حمید ان کے اپنے کردار تھے۔ اس کے علاوہ اس کہانی میں کچھ مزید دلچسپیوں کا اضافہ بھی کیا گیا تھا جو اصل پلاٹ میں نہیں تھیں۔ "جاسوسی دُنیا" کے چند ناول مثلاً "پُراسرار اجنبی"، "رقاصہ کا قتل"، "ہیرے کی کان"، "خونی پنجہ" کے پلاٹ انگریزی ناولوں سے ماخوذ تھے۔ اس کے علاوہ تمام ناول ابنِ صفی کی اپنی تخلیق ہیں۔ ۱۹۵۲ء میں وہ کراچی آگئے۔ الہ آباد میں انھوں نے صرف سات ناول لکھے تھے۔ بقیہ ناول یہیں لکھے۔ ۱۹۵۶ء میں انھوں نے کراچی سے "عمران سیریز" کے ناول لکھنا شروع کیے۔ "جاسوسی دُنیا" اور "عمران سیریز" اور جید متفرق ناولوں کو ملا کر تقریباً تین سو ناول انھوں نے لکھے، ابنِ صفی کے یہ ناول ہر طبقے میں مقبول ہوئے اُن کے تخلیق کردہ فریدی، حمید، عمران، انور، رشیدہ اور قاسم ہمارے اپنے معاشرے کے جانے پہچانے اشخاص محسوس ہوتے ہیں اور آج بھی اُن کے متعلق جب گفتگو چھڑتی ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ کردار نقلی نہیں بلکہ اصلی ہیں، فریدی اور حمید "جاسوسی دُنیا" کے اور عمران "عمران سیریز" کے اہم کردار ہیں۔ ابنِ صفی کی کہانیاں انھی سُراغ رسانوں کے گرد گھومتی ہیں جن کا کام محض اتنا ہوتا ہے کہ وہ مجرم کو پکڑ کر قانون کے حوالے کردیں۔ ابنِ صفی کے ناولوں کو اگر اصلاحی نکتۂ نظر سے دیکھا جائے تو اُن کے ناولوں کا مرکزی خیال ہمیشہ یہی رہا ہے کہ مجرم خواہ کتنا ہی قوی ذہین اور ہوشیار کیوں نہ ہو آخر ایک روز قانون سے شکست کھا کر کیفرِ کردار کو پہنچتا ہے۔

فریدی جو ساری دُنیا پر صرف قانون کی حکمرانی کا خواہاں ہے وہ ہمیشہ اس کوشش میں رہتا ہے کہ خون کا ایک قطرہ گرائے بغیر مجرم اور اس کے گروہ کو قانون کے حوالے کردے، فریدی ذہین نڈر اور باحوصلہ کردار ہے لیکن حمید شرارتیں کرتا نظر آتا ہے، مگر اس کی شرارتیں، اُس کا مذاق اس کی غیر سنجیدگی بھی کارآمد ہوتی ہے۔ اکثر اُس کی یہ حرکتیں فریدی کے لیے نشانِ راہ بن جاتی ہیں۔

ابنِ صفی مقبول جاسوسی ناول نگار ہونے کے علاوہ ماہر نفسیات بھی تھے۔ انھوں نے اپنے ناولوں میں لاتعداد نفسیاتی شہ پارے تخلیق کیے ہیں۔ جن میں "زہریلا آدمی"، "لاشوں کا آبشار"، "سینکڑوں ہمشکل" جیسے ناولوں میں انسانی نفسیات کا اچھا تجزیہ پیش کیا گیا ہے ان ناولوں کا تاثر بڑا دلآویز ہے۔ ابنِ صفی نے بعض کردار بھی تخلیق کیے جو نفسیاتی الجھنوں کا شکار ہیں۔ "پُراسرار موجد" میں صوفیہ کا کردار، "شاہی نقارہ" میں جمیلہ کا کردار، "سائے کی لاش" میں تنویر اور عدنان کا کردار اور "زہریلا آدمی" میں پرنسس تارا کا کردار، "چاندنی کا دھواں" میں جیلانی کا کردار اس کی بہترین مثالیں ہیں۔

ابنِ صفی کے ناولوں کی ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ وہ ہر ذوق کی تسکین کا مواد فراہم کرتے تھے۔ ہر طبقۂ فکر کا قاری اُن کے ناول پڑھنے کے بعد مایوسی کا شکار نہیں ہوتا تھا۔ اس سلسلے میں انھوں نے ایڈونچر، سیر و سیاحت، دھول دھپّہ، سائنٹیفک جاسوسی ادب

www.wadi-e-urdu.com

سب کچھ پیش کیا۔ وہ کہانیوں کو اس قدر دلچسپ اور تجسس آمیز بنا کر پیش کرتے تھے، کہ کچھ دیر کے لیے ہی سہی مگر قاری اپنی الجھنوں سے نجات پالیتا تھا۔

ابنِ صفی نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز شاعری اور طنزیہ و مزاحیہ مضامین سے کیا تھا۔ یہ دونوں شعبے اُن کے ناولوں میں بھرپور انداز سے اُبھر کر سامنے آئے اُن کے ناولوں میں مزاحیہ اور طنزیہ انداز فکر و نظر کے لیے نئی راہیں کھولتا ہے۔ انھوں نے اپنے مزاحیہ طرزِ تحریر سے قارئین کو زندگی کے حقائق سے قریب تر لانے کی کوشش کی ہے۔ ان کے مکالموں میں نشتریت، ذہانت، معلومات غور و فکر اور گہرائی کا عنصر شامل ہوتا ہے۔ ابنِ صفی پر جب کبھی بھی تحقیقی کام ہوگا تو محقق کو یہ لکھنا پڑے گا کہ "اُردو کے طنزیہ ادب میں ابنِ صفی نے ایک نئے دَور کا آغاز کیا تھا"۔ اس کے علاوہ ابنِ صفی کے شاعرانہ مزاج نے ابنِ صفی سے نہایت رسیلی اور اور مدھر زبان میں ناول لکھوائے، جس کا اندازہ ناولوں کے نام سے بھی ہوسکتا ہے۔ تاریک سائے، نیلی روشنی، لاشوں کا آبشار، چیختے دریچے، ہولناک ویرانے، پانی کا دھواں، انوکھے رقاص، طوفان کا اغوا، ٹھنڈی آگ، آوارہ شہزادہ، چاندنی کا دھواں، چمکیلا غبار، سہمی ہوئی لڑکی، ریت کا دیوتا، نیلے پرندے، کالے چراغ، شفق کے پجاری، پیاسا سمندر، ظلمات کا دیوتا، گیت اور خون، سبز لہو وغیرہ۔

برِصغیر کے بہت سے ناول نگار اور افسانہ نگار اپنی تخلیقات کو کامیاب بنانے کے لیے جنس کا سہارا لیتے ہیں اور بعض ادیبوں کے تجربے کامیاب بھی رہے ہیں ایسے ناولوں کی مانگ بازار میں کافی ہے، لیکن پڑھنے والوں کو چھپ چھپا کر پڑھنا پڑتا ہے ابنِ صفی کے لیے ایسے عناصر کو ناول میں داخل کرنا آسان تھا۔ اس کے باوجود اُن کے ناول جنس سے پاک رہے ہے۔ قارئین کو چھپ کر اُن کے ناول پڑھنے کی ضرورت کبھی محسوس نہیں ہوئی۔ ابنِ صفی نے اخلاقیات کو اپنے ناولوں میں جگہ دے کر ہمدردی اور انسان دوستی کا درس دیا ہے اور اُن کے یہاں حسن جیسے موضوع کو اپنایا گیا ہے اور یہ عنصر چہروں اور قدرتی مناظر میں پیش کیا گیا ہے۔

بعض ادیبوں نے ابنِ صفی کے ناولوں کو سستی تفریح کہہ کر مذاق اُڑانے کی کوشش کی، لیکن سچ پوچھیے تو انھوں نے اپنے جاسوسی ناولوں میں زندگی کے جتنے اہم پہلوؤں پر قلم اُٹھایا ہے شاید ہی کسی اور ادیب نے قلم اُٹھایا ہو۔ انھوں نے معاشرے کے بُرے انسانوں کو بے نقاب کر کے بُرائی سے نفرت کرنے اور بُرائیوں سے دُور رہنے کی تلقین کی۔ سماج کے گھناؤنے کردار انھوں نے ناولوں میں صرف اس لیے پیش کیے تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں اور ان سے بچیں! کسی بامقصد و باشعور ادیب کا فرض اس سے زیادہ اور کیا ہوگا۔ ہوسکتا ہے بعض ادیب آج بھی یہ نعرہ لگاتے نظر آئیں کہ "ابنِ صفی کو ادبی دائرے میں قبول نہیں کیا جاسکتا" لیکن اس حقیقت سے انکار کرنا مشکل ہوجائے گا کہ ابنِ صفی کے جاسوسی ادب نے ہمارے دَور میں ان لوگوں کو اُردو پڑھنا سکھا دیا جو اَن پڑھ تھے۔

ابنِ صفی کے متعلق بعض ادیب یہ بھی کہتے ہیں کہ "ابنِ صفی اگر جاسوسی ناولوں کے چکر میں نہ پڑتے اور 'خاص' ادب لکھتے تو آج بہت بڑے ادیب ہوتے اور شاید کرشن چندر، منٹو، راجندر سنگھ بیدی، خواجہ احمد عباس کی صف میں کھڑے نظر آتے۔ اس بحث سے قطع نظر بقول جون ایلیا "بابائے اُردو مولوی عبدالحق کا ایک جُملہ ابنِ صفی کو بڑا ادیب ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔

"اُردو پر ابنِ صفی کا بہت بڑا احسان ہے"۔

رہ گیا آفاقی ادب کا مسئلہ یا زندہ رہنے والا ادب تو وہ ادب جو قحطِ بنگال کے زمانے میں اُسی موضوع پر لکھا گیا تھا جسے آج کوئی بھی پڑھنا پسند نہیں کرتا یا وہ ادب جو ۱۹۴۷ء کے فسادات کے دوران میں تخلیق ہوا تھا اور اس دَور میں غیر مقبول ہوگیا، لیکن ابنِ صفی کے ناول ہر دَور میں مقبول رہے اور آئندہ بھی زندہ رہنے والے ادب میں شمار کیے جائیں گے۔

ابنِ صفی کی اہمیت اور اُن کے ادب کی افادیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ انھوں نے ایک ملاقات میں مجھے بتایا تھا کہ محکمۂ انٹیلی جنس حکومتِ پاکستان کے اہم ترین آفیسرز کو جب کسی اہم کیس میں مشکل درپیش ہوتی تھی تو وہ ابنِ صفی سے مشورہ کرنے کے لیے ان کے پاس آیا کرتے تھے۔ بیرونِ ملک ابنِ صفی کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ ایک مشہور ناول نگار اگاتھا کرسٹی کہیں جاتی ہوئی کراچی ائرپورٹ سے گزری تھیں۔ کچھ لوگوں کو پہلے سے علم تھا کہ وہ کچھ دیر وی آئی پی لاؤنج میں قیام کریں گی۔ وہ ان سے ملنے گئے۔ کسی نے دورانِ گفتگو میں پاکستانی جاسوسی ادب کا ذکر کیا تو مسکرائیں اور بولیں "مجھے اُردو نہیں آتی لیکن برِصغیر کے جاسوسی ادب سے تھوڑی بہت واقفیت رکھتی ہوں۔ ابنِ صفی جاسوسی ادب کے واحد خالق ہیں کسی نے بھی اُن سے ہٹ کر کوئی نئی راہ نہیں نکالی"۔

بشکریہ روزنامہ "جنگ" کراچی